ڈاکٹر فہمیدہ تبسم

اسسٹنٹ پرو فیسر ، وفاقی یو نیورسٹی، اسلا م آباد

سنسکرت الاصل داستانوں کے نمایاں رجحانات

Dr.Fehmida Tabassum

Department of Urdu,Federal Urdu University,

Islamabad,Pakistan.

The Prominent Trends of Sansikrat Regionated Dastans

Sansikrat origin's dastan are an important collection of ancient literature in sub continent.These dastan translated in Urdu by various efforts,personally and by Fort william College, this artical shows the most prominent trends of sansikrat based dastan which reflect from the whole environment of these dastans and make them different from other types like arabic and persian based dastan.

حکمت ودانش کے ابلاغ، خیر کے حصول اور شر سے نجات کے لیے قصے کہانیوں کی صورت میں وعظ ونصیحت کا رجحان دنیا کے دیگر مہذب خطوں کی طرح قدیم ہندوستان میں بھی عام تھا۔ زمانۂ قدیم کے حکماء، افسانہ طراز، شاعر اور مصلحین جو خیر کو بالا دست قوت دیکھنے کے تمنائی تھے اپنی تقریروں اور تحریروں میں انسانی دلچسپی اور نفسیاتی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بیان کا ایسا سلیقہ روا رکھتے کہ فکری ترسیل بھی سہل ہوتی اور تاثیر بھی دیر پا ہوتی۔ اس مؤثر ادبی قرینے کا اظہار ہندوستان کی قدیم کتب رامائن ،مہابھارت، جاتک کہانیاں، اپ نشد، کتھا سرت ساگر، برہت کتھا منجری، شک سپ تتی سے بخوبی ہوتا ہے۔ یہی حکیمانہ اسلوب سنسکرت سے اردو میں ترجمہ ہونے والی داستانوں میں بھی موجود ہے۔

سنسکرت سے اردو میں منتقل ہونے والے قصے یا داستانیں فورٹ ولیم کالج کے علاوہ انفرادی کاوشوں کی وساطت سے بھی سامنے آئے۔ ان معروف داستانوں میں بیتال پچیسی، سنگھاسن بتیسی، توتا کہانی، قصہ مادھونل اور کام کنڈلا، شکنتلا اور فسانۂ عشق شامل ہیں۔ اپنے موضوعات، اسلوب اور کردار نگاری کے لحاظ سے یہ قصے اردو داستان کے ذخیرے کا قابل قدر حصہ ہیں۔ ان داستانوں کے قدیم ماخذ کے حوالے سے ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

''ان میں کلیلہ ودمنہ اور توتا کہانی فارسی کی وساطت سے اردو میں آئے ہیں اور بقیہ چار برج بھاشا کے ذریعے، فارسی کے ذریعے سے آنے والے قصوں میں قدیم ہندوستانی رنگ اس حد تک محو ہو گیا ہے کہ بادی النظر میں وہ فارسی داستانوں کے ہم صفیر معلوم ہوتے ہیں لیکن نگاہ تحقیق کو ان سب کی سطح کے نیچے ایک تہذیبی اور ذہنی ہم آہنگی نظر آتی ہے۔''(۱)

کلیلہ ودمنہ معروف معنوں میں داستان نہیں جب کہ ایک اور داستان فسانۂ عشق (قصہ نل دمن) بھی سنسکرت سے اردو میں منتقل ہوئی ہے۔ سنسکرت الاصل داستانوں کا مطالعہ ان مشترکہ رجحانات کو نمایاں کرتا ہے جو ان داستانوں کی مجموعی فضا پر غالب ہیں اور انھیں فارسی اور عربی پس منظر سے ابھرنے والی داستانوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ سنسکرت سے ترجمہ شدہ داستانیں اپنے اندر کئی امتیازات رکھتی ہیں۔ مثلاً ان داستانوں کے ہیرو کے لیے راج پاٹ کا وارث ہونا ہی پہلی شرط نہیں بلکہ اگر کوئی فرد فنی لحاظ سے درجۂ کمال پر فائز ہے تو چاہے وہ مادھونل کی طرح سرسنگیت کا ماہر ہو یا کام کنڈلا کی سی نرتکی ہو اپنے مخصوص ہنر کی بنا پر مرکزیت کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔ ان داستانوں کا نمائندہ کردار بیر بکر ماجیت جسے قدیم ہندی ادب میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اپنے شخصی خصائص کے اعتبار سے حکیمانہ فراستوں کا ترجمان ہے۔

سنسکرت الاصل داستانوں کی مجموعی فضا پر رومان، سادگی، تعقل اور علم و ہنر کی حکمرانی ہے۔ مہمات، تسخیر طلسمات، لشکر کشی اور غیبی قوتوں پر انحصار کے عناصر بہت کم ہیں۔ ان داستانوں میں مغرور حسینائیں اور عشوہ وادا کی حامل پریاں بھی نہیں اور شہزادیٔ دمشق، ملکہ بے نظیر اور مہر انگیز جیسی جفا جو اور ظالم شہزادیاں بھی دکھائی نہیں دیتیں۔ ان داستانوں کے مردانہ کردار عاقل و ذہین اور باوفا ہیں اور نسوانی کردار سادہ و جاں سپار ہیں۔ تعدد ازدواج کی وہ صورتیں بھی مفقود ہیں جو داستان امیر حمزہ، بوستان خیال، فسانۂ عجائب اور دیگر داستانوں میں عام ہیں۔ فوق فطرت عناصر کی حد درجہ بہتات بھی نہیں پائی جاتی۔

ان داستانوں کے سلسلے کی پہلی کڑی بیتال پچیسی ہے جو سنسکرت سے برج بھاشا میں جے پور کے راجا جے سنگھ سوائی کے درباری شاعر سوائی مہر کے قلم سے منتقل ہوئی، پھر اسی نسخے سے فورٹ ولیم کالج میں مظہر علی ولاؔ اور للولال نے اردو ہندی میں ترجمہ کیا۔ مختصر کہانیوں کے اس مجموعے کا آغاز وانجام تین مرکزی کرداروں کی وحدت کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ داستان شر کی قوت پر خیر کے غلبے کا بیان ہے۔ بیتال پچیسی کا تمام پس منظر اور قصے کے تار و پود خالصتاً ہندی فضا کی پیداوار ہیں۔ اس داستان کے تین اہم کردار راجا بکرم، جوگی اور بیتال جداگانہ صفات کے حامل ہیں۔ جوگی مخفی علوم کا ماہر مگر منفی ذہنیت کا حامل ہو کر شر کی علامت کا روپ ظاہر کرتا ہے۔ راجا خیر کا داعی اور حکمت کا ترجمان ہے جب کہ بیتال خیر کی حکمرانی قائم کرنے میں معاونت فراہم کرنے والی ایسی روحانی قوت ہے جو شر کے خلاف جدوجہد میں آدمی کے ساتھ ہے۔

بیتال پچیسی کو چوبیس کہانیاں ایک عاقل و دانا فرد یعنی راجا بکرم کی فراست کی وجہ سے جنم لیتی ہیں جب بیتال اپنی سنائی ہوئی کہانی کے آخر میں سوال کرتا ہے تو فطین راجا درست جواب دیے بغیر نہیں رہتا صرف پچیسویں کہانی کے اختتام پر راجا خاموش رہا اس مقام پر بیتال نے اسے جوگی کی شر انگیزی سے آگاہ کیا اور اس کے عزائم سے بچنے کا نسخہ بتایا۔ راجا کی فطرت کا تجسس اسے

مرگھٹ سے بیتال کی لاش اتارنے پر مجبور کرتا ہے حالاں کہ جوگی کے ارادے سے وہ پہلے ہی باخبر تھا اس کی ذہانت اسے بیتال کے سوالات کا جواب دینے کے قابل بناتی ہے اور اس کی معاملہ فہمی اس کو اچھا حکمران ثابت کرتی ہے۔ وہ ایک پیچیدہ معاملے کا کھوج لگانے اور اسے منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے خود گھر سے نکلا اور طوفانی رات میں غیر مادی وجود کا سامنا کیا اس کی مدد کے لیے دیگر معروف داستانوی کرداروں کے برعکس کوئی طلسمی مہرہ کام آیا، تعویذ تسخیر ملا نہ غیبی امداد قدم قدم پر ساتھ رہی۔ راجا بکرم کی ذکاوت اور فہم وفراست کی بنا پر ہی راجا اندر نے اسے ان الفاظ میں اشیر باد دی:

''جب تک چاند، سورج، پرتھوی، آکاش، ستھر ھے تب تک یہ کتھا پرسدھ رھے گی، اور تو سرب بھومی کا راجا ھوگا'' (۲)

پچیس کہانیوں پر مشتمل اس داستان میں کوئی نسوانی کردار نہیں جس کی اداؤں نے راجا کو بہلایا ہو۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سنسکرت الاصل داستانوں میں عشق ومحبت مرکزی جذبات کی حیثیت نہیں رکھتے اور عقل وخرد کا اثبات ہی مرکزی قوت ہے جس کے مظاہر ان داستانوں میں موجود ہیں۔ بیتال پچیسی چیستاں میں الجھا کر خردافروزی کا باعث بننے والی کیفیات کی بہترین ترجمان ہے۔

سنگھاسن بتیسی بھی بیتال پچیسی کی طرح بتیس مختصر کہانیوں کی لڑی کو مرکزی کرداروں کی مدد سے باہم پرو کر ایک داستان کا وجود عطا کرتی ہے۔ سنگھاسن بتیسی میں سنگھاسن دراصل ایک معیار ہے جس پر کوئی مرد دانا ہی پورا اتر سکتا ہے۔ وقت کا فرماں روا بھی خواہش اور کوشش کے باوجود اس پر براجمان ہونے سے قاصر ہے۔ تخت کے پایوں کی صورت میں نصب بتیس پتلیاں اسے اس فہیم، ذکی، سخی اور کامل راجا کی کہانیاں سناتی ہیں جو راجا بیر بکرماجیت کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔ بتیس پتلیاں راجا بھوج کو تخت پر بیٹھنے سے منع کرتے ہوئے اسے ان خصائص سے آگاہ کرتی ہیں جو بہترین حکمران کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

فورٹ ولیم کالج سے کاظم علی جوان اور للولال کوی کی مشترکہ کوشش سے ترجمہ ہونے والی یہ داستان بھی ہندی حکمران طبقے کی خوبیاں بیان کرتی ہے جن میں سخاوت، عقلیت اور رعایا پروری سب سے نمایاں ہیں۔ حتیٰ کہ راجا بھوج جو اپنی مملکت میں اس دفن شدہ سنگھاسن کی برآمدگی کے بعد اس پر متمکن ہونے کا خواہاں ہے شخصی خوبیوں کے اعتبار سے فروتر نہیں پتلیوں کی ہنسی کے جواب میں اس نے اپنے گن یوں گنوائے:

''کیا تمنے دیکھا اور کیوں ہنسین مجھسے بیان کرو کیا میں بلی یا راجا کا بیٹا نہیں یا چھتر لوغین کا بر ھون یا نامرد ھون یا بیر حم ھون یا اور راجہ میرے حکم مین نہیں یا میرے یہاں پدمنی رانی نہیں یا میں راج نیت نہیں جانتا یا میں کسی کی مجلس میں نیچے ہو کر بیٹھا'' (۳)

یہ تمام خصائص اگرچہ تکمیل ذات کا تعارف ہیں لیکن سنگھاسن کا معیار اس سے بھی بلند تر ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم ہندوستان میں راج بھوج سنبھالنے کے لیے فضیلت کے کڑے معیارات متعین تھے۔ یہی وجہ ہے کہ راجا بیر بکرماجیت کے سنگھاسن پر کوئی نہ بیٹھ سکا کہ اس جیسی خوبیاں کسی میں نہ تھیں۔ راجا بیر بکرماجیت کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے آرزو چودھری لکھتے ہیں:

''مشرقی ومغربی داستانوں کے ہیروز کی مثال وہ عاشق مزاج ہے۔اور سخاوت، جیداری، انسان دوستی اور جانبازی میں اس کا کوئی ثانی نہیں، وہ دیوتا سمان بلکہ دیوی دیوتاؤں کا چہیتا ہے یہاں تک کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے راج سنگھاسن (تخت شاہی) پر کوئی نہیں بیٹھ سکتا'' (۴)

بیتال پچیسی کی طرح سنگھاسن بتیسی میں بھی حکمت ودانش، انسان دوستی اور سخاوت کے عناصر نمایاں رجحانات کی صورت موجود ہیں۔

سنسکرت الاصل داستانوں کے تراجم کے سلسلے کی ایک اہم داستان ''تو تا کہانی'' ہے جس کا انداز فیبل جیسا ہے۔یہ داستان کہانیوں کے اس سلسلے سے تعلق رکھتی ہے جس میں حیوانات دانش کا استعارہ بن کر سامنے آتے ہیں اور پند ونصائح کے ذریعے اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

تو تا کہانی سنسکرت کی معروف تصنیف شک سپ تتی کے فارسی ترجمے ''طوطی نامہ'' از محمد قادری سے فورٹ ولیم کالج کے معروف مصنف حیدر بخش حیدری نے اردو میں ترجمہ کی۔تو تا کہانی ضیاالدین نخشبی اور بعد ازاں محمد قادری نے فارسی میں ترجمہ کی لہٰذا کہانی کے کرداروں کے نام بھی فارسی روپ اختیار کر گئے لیکن قصے کی بنیادی صورت گری ہندوستانی ماحول کی پیداوار ہے۔

تو تا کہانی از حیدر بخش حیدری میں پچیس کہانیاں شامل ہیں یہ تمام کہانیاں بنیادی کہانی سے وابستہ ہیں۔داستان کی یہ مختلف اکائیاں ایک مرکز پر آ کے کل تشکیل کرتی ہیں۔تو تا کہانی میں تین اہم کردار خجستہ، میمون اور تو تا خیر وشر کی ازلی کش مکش کے اظہاریے ہیں۔تو تا کہانی میں بھی طلسماتی فضا، دیو قامت بلائیں، پیران تسمہ پا، ساحری اور نقوش سلیمانی کا سراغ نہیں ملتا بلکہ یہ کہانیاں توتے کی بیان کردہ زندگی کے سیاہ وسفید کی روایات ہیں جو وہ خجستہ کو اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے آشنا سے ملنے سے روکنے کے لیے سناتا ہے اور اس کے جذبۂ شوق کو لگام دیتا ہے۔

تو تا کہانی کا مردانہ مرکزی کردار ایک تاجر کا بیٹا ہے، خجستہ بھی ہم پلہ خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔تو تا جو ایک گندھرب ہے میمون نامی تاجر زادے سے خود اپنے خریدے جانے کا مطالبہ کرتا ہے کیوں کہ اس کی جوہر شناس آنکھوں نے میمون کے گن جان لیے تھے۔میمون کی اولین پہچان بھی اس کی عقل وخرد ہے اور تو تا بھی دانش کا استعارہ ہے تو تا خجستہ کو بے راہ روی سے روکنے کے لیے جو کاوش کرتا ہے وہ اتنی مؤثر ثابت ہوتی ہے کہ وہ خجستہ جو شوق ملاقات سے سرشار، بن ٹھن کر اس سے اجازت طلب کرنے آتی ہے کہانی کے سحر میں کھو کر وقت ملاقات گنوا بیٹھتی ہے۔ہر شام یہی کیفیت درپیش ہوتی ہے اور بالآخر تو تا خود خجستہ کی زبان سے یہ کلمات کہلوانے میں کامیاب ہو جاتا ہے:

''عقل مندوں نے کہا ہے کہ جس عورت کو شرم نہیں ہوتی وہ کسی قوم میں حرمت نہیں رکھتی اور وہ عورت مستورات میں بد ہے۔اب یہی چاہتی ہوں کہ صبر کروں اور گھر میں بیٹھ رہوں۔''(۵)

تو تا کہانی کا تو تا فسانۂ عجائب کے توتے سے یکسر مختلف ہے۔وہ جان عالم کے توتے کی طرح خجستہ کو گھر سے باہر کی دنیا کی طرف مائل نہیں کرتا بلکہ اسے دہلیز عبور کرنے سے روکتا ہے اور یہی سنسکرت الاصل کہانیوں کی غرض وغایت ہے کہ مہم جوئی اور

جنگ وجدل کے بغیر پند ونصائح کے ذریعے مثبت نتائج حاصل کیے جائیں۔

عقل و ہنر، مہارت فن، کمال ذات اور حصول خیر کے یہی معروفات داستان ''مادھونل اور کام کنڈلا'' میں بھی موجود ہیں ۔اپنی بنت کے اعتبار سے یہ داستان قدیم ہندی معاشرت کی تصویر پیش کرتی ہے۔موتی رام کبشیر کی برج بھاشا میں لکھی اس داستان کو مظہر علی خان ولا نے فوٹ ولیم کالج کے دارالترجمہ کی وساطت سے اردو میں منتقل کیا۔

مادھونل اور کام کنڈلا میں ایک دو مقامات کے علاوہ کوئی غیر فطری واردات نہیں۔ یہ داستان بنیادی طور پر دو فنکاروں کی روداد عشق ہے جو اپنے اپنے فن میں درجہ کمال تک پہنچے ہوئے ہیں اور ان کی اصل پہچان ان کا فنی مقام و مرتبہ ہے۔ مادھونل سرسنگیت کی پیچیدگیاں اور باریکیاں سمجھنے کا ماہر اور کام کنڈلا فن رقص میں طاق ہے۔دونوں کی ملاقات رقص وسرور کی ایک محفل میں ہوتی ہے جہاں دونوں ایک دوسرے کے خصائص سے آشنا ہو کر اتصال ذات کے راستے پر گامزن ہو جاتے ہیں۔

داستان میں مادھونل کے کردار کی رونمائی بھی سنسکرت الاصل داستانوں کے مخصوص رجحانات اور پس منظر کی ترجمانی ہے :''نہایت فہیم و عاقل اور علم موسیقی میں کام تھا'' (۶) جذبات، احساسات اور رومان کا حسین امتزاج اس داستان میں زندگی کی وہ حرارت پیدا کرتا ہے جو ایک خاص اسلوب کو تشکیل دے کر عہد موجود کی کہانی سے قربت کو جنم دیتی ہے۔

اس داستان کا ہیرو مادھونل صرف حسن و جمال کا پیکر ہی نہیں بلکہ عقل سے کام لے کر آگے بڑھنے پر یقین رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ داستان میں کئی مقامات پر وہ جذبات پر عقل کو حاوی رکھتا ہے وطن بدری، عشق میں صعوبتوں کا سامنا، جاں پرسوز کیفیت میں تڑپنا اس کو درپیش رہا لیکن اس نے کام کنڈلا کی مہارت فن اور کمال حسن پر اپنا نسبی غرور اور حسن و جمال کا طنطنہ قربان کر دیا۔ وہ خود ایسا کامل موسیقار ہے کہ راگ کے ذریعے وقت کی رفتار اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے لیکن اپنی محبوبہ کو راجا کے غضب سے بچانے اور اسے کسی غیبی سہارے کی مدد سے حاصل کرنے کی بجائے اپنی شاعری سے کام لیتا ہے۔ راجا بیر بکر ماجیت کے دربار میں اس کی فکر انگیز گفتگو لاجواب ہے:

> ''انسان تو سب ہی ہیں پر آدمی وہی ہے جس کو عشق ہو۔ اور عاشق نہ ڈوبتا ہے نہ جلتا ہے۔ غرض کسی طرح مرتا نہیں۔ جس کے دل میں عشق کی گرمی ہے صاحب معرفت وہی ہے۔ بدن مانند خانۂ تاریک کے ہے اور محبت مثل چراغ کے'' (۷)

ایک داستانوی ہیرو کی زبان سے محبت کی عظمت کا یہ تذکرہ ارتفاع ذات کا پیمانہ محسوس ہوتا ہے۔ پوری داستان مادھونل کے نفیس ولطیف احساسات اور عقلی و منطقی قوت کا بیان ہے۔ داستان میں نزاکت، لطافت اور خود سپردگی کی دل موہ لینے والی کیفیت کام کنڈلا کے پیکر سے بھی ہویدا ہے۔ جو خالصتاً ہندوستانی ناریوں کا خاصہ ہے۔ کام کنڈلا شہزادی ہے نہ پرستان کی ملکہ ہے اس کا شمار معاشرے کے نچلے طبقے میں ہوتا ہے لیکن اس کے خصائص شخصی اسے مادھونل جیسے عاقل برہمن کی منظور نظر بناتے ہیں۔ وہ خود بھی مادھونل کو اس کی علمی برتری اور تفوق کی بنا پر چاہتی ہے یہی وجہ ہے کہ اسے وطن بدری سے باز رکھنے کے لیے اپنی محبت کا یقین دلاتی ہے:

''میں تو تیرے علم وھنر کی خریدار اور سمجھنے والی ھوں ۔تو میرے گن بدیا کا جاننے والا ھے۔۔۔پھر ایسے مقام پر افسوس عبث ھے۔آؤ میرے گھر چل کر رھو۔''(۸)

کام کنڈلا ایک بیسوا ہے لیکن داستان میں ہر مقام پر وہ عشق و وفا کی دیوی بن کر سامنے آتی ہے۔اس کی وفا اور جاں سپاری کی خصوصیت اسے حیات نو عطا کرتی ہے اور کام کنڈلا اور مادھونل عشق صادق کی کسوٹی پر کھرے ثابت ہوتے ہیں۔

سنسکرت الاصل داستانوں کے معروف سلسلے کی خوب صورت داستان ''شکنتلا'' کی صورت میں بھی موجود ہے جسے کاظم علی جوان نے برج بھاشا سے اردو میں ترجمہ کیا۔یہ کہانی کالی داس کے شکنتلا ناٹک کی صورت میں بھی موجود تھی۔کاظم علی جوان نے نواز کبشیر کے منظوم قصے کو اردو میں منتقل کیا۔بنیادی اعتبار سے یہ داستان مہابھارت سے تعلق ثابت کرتی ہے۔

شکنتلا کا شمار ایسی خوب صورت داستانوں میں ہوتا ہے جن میں محبت نرم رو دریا کی صورت بہتی جاتی ہے اور فطرت اپنے دامن میں حسن بے پروا کو پروان چڑھاتی ہے ۔اگر چہ آزمائش اور ابتلا بھی اپنا رنگ دکھاتا ہے لیکن جذبۂ صادق اور سچی لگن تمام صعوبتوں پر حاوی آجاتے ہیں۔

شکنتلا جو اس داستان کی ہیروین ہے پری زاد ہونے کے باوجود معاشرے کے ایسے طبقے میں شامل ہے جو مذہبی اقدار کا امین ہے اور پوجا پاٹ سے تعلق رکھتا ہے۔راجا دشمنت کی محبت میں مبتلا ہو کر اور اس سے گندھر بیواہ کرنے کے بعد اس کے عالم مدہوشی نے اسے تیرتھ پر رکھی کی خدمت میں کوتاہی پر ابتلا میں ڈال دیا۔ایک بدعا کے نتیجے میں وہ اپنے پالنے والے کن منی کی عدم موجودگی میں آزمائش میں مبتلا ہوگئی لیکن اس کی وفا اور معصومیت بالآخر جیت گئی اور اس نے اپنا مقصود حاصل کرلیا۔اس داستان کی نمایاں خصوصیت بھی سادگی، وفا، جذبۂ دل کی آشفتگی ہے۔راجا دشمنت شکنتلا کا عاشق شوہر بھی ہے اور ایک منصف مزاج حکمران بھی ہے جس کی صفات شکنتلا کی سہیلی انسویا یوں بیان کرتی ہے:

''جس کی دھشت سے ظلم کا تو نام نہیں ھے اور عدل یہ ھے کہ گائے اور شیر ایک ھی گھاٹ پانی پیتے ھیں''(۹)

راجا فطرتاً ایک نیک سیرت انسان ہے جو وقتی آزمائش میں شکنتلا کو پہچاننے سے انکار کرتا ہے لیکن بالآخر حقیقت سامنے آنے پر اسے اپنا لیتا ہے یہ سادہ و دل فریب داستان محبت ایک دو واقعات کے علاوہ جدید افسانوی اسلوب بیان کے قریب تر ہے۔

بیتال پچیسی، سنگھاسن بتیسی، توتا کہانی، شکنتلا اور قصہ مادھونل اور کام کنڈلا کے علاوہ بھی ایک داستان قدیم سنسکرت ادب کے ذخیرے سے اردو میں وارد ہوئی اور عشق و محبت کی روایت میں ایک خوب صورت تحریری اضافہ ثابت ہوئی۔اس داستان کا ذکر قصہ مادھونل اور کام کنڈلا میں بھی ملتا ہے جب ایک موقع پر کام کنڈلا راجا بکرم جیت سے مخاطب ہو کر کہتی ہے:''اے راجہ! مادھونل مجھے اس طرح ملاؤ جس طرح کہ دمینی راجہ نل سے ملی''(۱۰)

افسانۂ عشق یا قصہ نل دمن کو الٰہی بخش شوق اکبر آبادی نے فارسی نظم سے اردو نثر میں منتقل کیا۔نل دمن کی اس داستان کے ماخذ کے بارے میں پروفیسر آرزو چودھری لکھتے ہیں:''یہ مشہور قصہ مہابھارت ہی سے متعلق ہے''(۱۱)

یہ قصہ بھی سنسکرت سے فارسی اور پھر اردو میں منتقل ہوا۔ قصے میں ہندی تہذیب کے مظاہر پوری طرح موجود ہیں۔ راجا نل کی درباداری، سوئمبر کا منعقد ہونا اور دمن کا راجا نل کا لاش کے ساتھ ستی ہوجانا وغیرہ قدیم ہندی تہذیب کی روایات کے عکاس ہیں۔ داستان میں ہندی روایت کے مطابق پند ونصائح کے بیانات بھی موجود ہیں۔ جو قصے کے حسن میں اضافے کا باعث ہیں۔ اگر چہ بنیادی لحاظ سے یہ ایک عشقیہ داستان ہے لیکن اس قصے میں بھی مرکزی کرداروں کی سیرتوں میں سنسکرت الاصل کہانیوں کے تمام اوصاف جوجود ہیں۔ نل کی جرأت، بہادری علوم وفنون پر دسترس کا اظہار قصے میں جا بجا دکھائی دیتا ہے۔ وہ محض ایک راجا نہیں بلکہ ایک ماہر فرس شناس بھی ہے اور ترکی، تازی، عربی اور عراقی گھوڑوں کے عیب وہنر سے باخبر ہے۔ وہ حوادث سے سبق سیکھنے اور اصلاح کردار میں سعی کرنے کا شائق بھی ہے۔ وہ نہ صرف اپنی معشوقہ کے سوالات کے جوابات بخوبی دیتا ہے بلکہ زمانے کے سوالات کا سامنا بھی بخوبی کرتا ہے اور اپنی خداداد ذہانت اور آموزش کی قوت کی وجہ سے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت دوبارہ حاصل کر کے خود کو ایک فطین فرماں روا ثابت کرتا ہے۔ وہ عربی اور فارسی پس منظر کی حامل داستانوں کے ہیرو کی طرح کشتوں کے پشتے نہیں لگاتا بلکہ اپنے فہم وفراست پر مبنی کردار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے دشمن برادر خورد کو معاف کرتے ہوئے واعظ کرتا ہے:

''اے جان عزیز! تو راجہ کا بیٹا ہے۔ تیرے حق میں وہ کج بازی خوب نہ تھی۔ دنیا میں راست بازی بھلی ہے۔ اگر تو راستی پر ثابت قدم رہتا تو آج کجی کے ہاتھ گرفتار نہ ہوتا'' (۱۲)

نل کی گفتگو داستان کے اوراق پر کئی مقامات پر توجہ کھینچتی ہے۔ مجموعی طور پر راجا نل ہندی دانش کا روشن استعارہ ہے۔ داستان کی ہیروین وفا پرستی میں اپنی مثال آپ ہے یہ ایسی صفت ہے کہ ہر داستانوی کردار اس صفت کی کسوٹی پر پورا نہیں اتر سکتا۔ محبت میں مصائب برداشت کرنے کے باوجود اس نے خالص ہندوستانی باوفا عورت ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے راجہ نل کی موت کے بعد خود کو بھی ستی کر لیا:

''دمن راجہ نل کی لاش کو گودی میں لیے ہوئے کمال دل گری سے، شمع کی مانند سر سے پاؤں تک جلی'' (۱۳)

ستی ہوجانا اور محبت کو دم آخر تک نبھانا قدیم ہندی رسوم وروایات کا حصہ ہے۔ سنسکرت الاصل داستانوں کا مطالعہ ہندی تہذیب اور طرز حیات کے ساتھ ساتھ اس فکر سے بھی روشناس کراتا ہے جو عقل اور عشق کی آویزش سے جنم لیتی ہے اور ایسے مخصوص رجحانات متعین کرتی ہے جو ایک خاص خطے کی پہچان بن جاتے ہیں۔ سنسکرت الاصل داستانوں میں مجموعی طور تعقل کے سائے لہراتے ہیں اور ایک خاص قسم کا دھیما پن، مصلحانہ رنگ، وفا شعاری، انسان دوستی، نیکی کی فتح، رعایا پروری اور فہم ورفراست کی حکمرانی کے نقوش پائے جاتے ہیں اور یہی رجحانات ان داستانوں کو عربی اور فارسی پس منظر کی حامل داستانوں سے منفرد مقام بخشتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ گیان چند، ڈاکٹر: ''اردو کی نثری داستانیں''، انجمن ترقی اردو، کراچی، اشاعت ثانی ۱۹۴۹ء، صفحہ نمبر ۲۵۳

۲۔ ولا، مظہر علی خان: ''بیتال پچیسی''، مجلس ترقی ادب، لاہور، بار اول، مارچ ۱۹۶۵ء، صفحہ نمبر ۱۶۸

۳۔ جوان، کاظم علی: ''سنگھاسن بتیسی''، مطبع نامی نولکشور، بار ہفتم، ماہ جون ۱۸۸۴ء، صفحہ نمبر ۸

۴۔ آرزو چودھری: ''داستان کی داستان''، عظیم اکیڈمی، اردو بازار، لاہور، بار اول ۱۹۸۸ء، صفحہ نمبر ۳۸۶

۵۔ حیدری، حیدر بخش: ''تو تا کہانی''، مجلس ترقی ادب، لاہور طبع اول، اکتوبر ۱۹۶۳ء، صفحہ نمبر ۱۰۳

۶۔ ولا، مظہر علی خان: مادھونل اور کام کنڈلا'' اردو دنیا، کراچی۔۱، اشاعت ۱۹۶۰ء، صفحہ نمبر ۲۲

۷۔ _____ ایضاً _____ صفحہ نمبر ۶۰

۸۔ _____ ایضاً _____ صفحہ نمبر ۳۷

۹۔ جوان، کاظم علی: ''شکنتلا'' اردو دنیا، کراچی، اپریل ۱۹۶۴ء، صفحہ نمبر ۲۳

۱۰۔ ولا، مظہر علی خان: ''مادھونل اور کام کنڈلا''، صفحہ نمبر ۵۷

۱۱۔ آرزو چودھری: ''داستان کی داستان''، صفحہ نمبر ۱۱۷

۱۲۔ شوق، الٰہی بخش اکبر آبادی: ''افسانۂ عشق (قصہ نل دمن) یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور، ۱۹۷۹ء صفحہ نمبر ۱۱۰

۱۳۔ _____ ایضاً _____ صفحہ نمبر ۱۱۶